مشرق و مغرب کا المیہ اور فکر اقبال

ڈاکٹر عبدالرؤف رفیقی

In modern times, however, the East is once again in a state of decay, turmoil, and exile. The Islamic Ummah is suffering from the worst political, economic, educational and financial crisis. After the fall of Russia, one of the world's superpowers at the end of the last century, the United States has taken over the management of the world. Hazrat Allama, on the basis of his God-given insight, not only realized this situation a century ago today but also presented the ideas of getting out of this tragedy. It has sought to draw the attention of the West to the bitter reality that humanity cannot afford this fierce confrontation between the East and the West. Religions lead the caravan of humanity to the destination of triumph. The progress of the world religions is for peace and security and not for prejudice, ignorance, exile and decline.

حضرت علامہ نے اپنی خداداد بصیرت کی بنیاد پر آج سے ایک صدی قبل موجودہ حالات کا نہ صرف ادراک کرلیا تھا بلکہ اس المیے سے نکلنے کے تصورات بھی پیش کیے تھے۔ مشرق کو نہ صرف پیامِ مشرق کے ذریعے جھنجھوڑنے کی کوشش کی بلکہ پس چہ باید کرد اے اقوام شرق کے ذریعے اس بحران سے نکلنے کے راستے بھی بتائے اور مغرب کی توجہ کو اس تلخ حقیقت کی جانب مبذول کرانے کی کوشش کی ہے کہ انسانیت مشرق و مغرب کے درمیان جاری اس شدید ترین تصادم کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ مذاہب انسانیت کے کارواں کو کامرانی کی منزل تک پہنچاتا ہے۔ مذاہب اقوام کی ترقی، امن اور سلامتی کے لیے ہیں، نہ کہ تعصب، جہالت، دربدری اور زوال کے باعث ہیں۔

حضرت علامہ مشرق کو روایات، ادیان، تصوف اور ہنر کی آماجگاہ سمجھتے ہیں۔ اہلِ مشرق کو چاہیے کہ وہ جہان سازی کے لیے اپنی آستین میں چھپا ہاتھ باہر نکالیں۔ ان کا یہی ہاتھ دنیا کی تہذیب و دین کا امین ہے:

سوز و ساز و درد و داغ از آسیا ست　　　هم شراب و هم ایاغ ز آسیا ست

عشق را ما دلبری آموختیم　　شیوہ آدم گری آموختیم
ہم ہنر ہم دیں ز خاک خاور است　　رشک گردوں خاک پاک خاور است
وانمودیم آنچہ بود اندر حجاب　　آفتاب از ما و ما از آفتاب
ہر صدف را گوہر از نیسان ماست　　شوکت ہر بحر از طوفان ماست
فکر ما جویاے اسرار وجود　　زد نخستین زخمہ بر تار وجود
داشتیم اندر میان سینہ داغ　　بر سر راہے نہادیم ایں چراغ
اے امین دولت تہذیب و دیں　　آں ید بیضا بر آر از آستیں
خیز و از کار امم بکشا گرہ　　نشۂ افرنگ را از سر بنہ
نقشے از جمعیت خاور فگن　　واستاں خود را از دست اہرمن(۱)

ایشیا کی سرزمین ہی ہے جس میں عشق کے بے پایاں فیض کے چشمے پھوٹتے ہیں اور عشق ہی کی بدولت انسانی تہذہب و ثقافت زندہ و تابندہ ہے اور اہل مشرق نے اپنے من میں ڈوب کر متاع عشق حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے:

ما ز خلوت کدۂ عشق برون تاختہ ایم　　خاک پا را صفت آئینہ پرداختہ ایم
پیش ما میگزرد سلسلہ شام و سحر　　بر لب جوئے رواں خیمہ برافراختہ ایم
در دل ما کہ بریں دیر کہن شبخون ریخت　　آتشی بود کہ در خشک و تر انداختہ ایم
شعلہ بودیم شکستیم و شرر گردیدیم　　صاحب ذوق و تمنا و نظر گردیدیم(۲)

مشرق کے اس خلوت کدۂ عشق سے دیارِ مغرب کو عشق کا فیض عطا ہوا۔ مشرقی ثقافتی عظمت کا جلال و شکوہ ملا جس کا اعتراف دیارِ مغرب کے فکری زعما نے بھی کیا ہے۔ مثلاً نامور مغربی محقق ویل ڈوراں مشرق سے مغرب کو ملنے والے علوم وفنون کا تذکرہ یوں کرتے ہیں:

اگر ہم ان تمام علوم وفنون کا جو مشرق سے مغرب کو ملے یا جو ہماری جدید تحقیقات کے مطابق پہلی بار سرزمین مشرق ہی میں پیدا ہوئے احتساب کریں تو ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ دنیا کا تمام ثقافتی ورثہ ہمارے سامنے پڑا ہے۔(۳)

حضرت علامہ فرماتے ہیں کہ مغرب کیا پوری دنیا کی تہذیب و ثقافت میں مشرق کی تہذیب و ثقافت کی جڑیں پھیلی ہوئی ہیں۔ نہ صرف تہذیب و ثقافت بلکہ مغرب کی موجودہ صنعتی ترقی بھی مشرقی علوم وفنون کی مرہون منت ہے:

حکمت اشیا فرنگی زاد نیست　　اصل او جز لذت ایجاد نیست
نیک اگر بینی مسلمان زادہ است　　این گہر از دست ما افتادہ است

چوں عرب اندر اروپا پر کشاد　　علم و حکمت را بنا دیگر نہاد
دانہ آن صحرا نشینان کاشتند　　حاصلش افرنگیان برداشتند
این پری از شیشہ اسلاف ماست　　باز صید اش کن کہ او از قاف ماست
لیکن از تہذیب لا دینی گریز　　زاں کہ او با اہل حق دارد ستیز
فتنہ ہا این فتنہ پرداز آورد　　لات و عزیٰ در حرم باز آورد
کہنہ دزدے غارت او برملاست　　لالہ می نالد کہ داغ من کجاست(۴)

دور جدید میں ہماری چھوٹی سی دنیا ایک عجیب و غریب فکری کشمکش سے دوچار ہے اور المیہ تو یہ ہے کہ یہ کشمکش مسلسل انسانی حیات اور حسن کائنات کی بربادی پر منتج ہوتا جا رہی ہے۔ ایک طرف روایات کا امین مشرق معنویت کے خمار میں جھوم رہا ہے تو دوسری طرف مغرب اپنی مادی قوت کے غرور میں اپنے آپ کو کائنات کا بلاشرکت غیرے وارث تصور کرنے پر تلا ہوا ہے۔

دنیا کو ہے پھر معرکہ روح و بدن پیش　　تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو ابھارا
اللہ کو پامردی مومن پہ بھروسا　　ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا(۵)

ہم ایک ایسے پرآشوب دور میں جینے کی کوشش میں مصروف ہیں جس میں انسانی تہذیبی تاریخ کے بالعموم اور مشرقی تاریخ کے بالخصوص شاندار علمی اور ثقافتی مراکز بغداد، موصل، کوفہ و بصرہ، دمشق و حلب اور کابل و قندہار مغرب کی جہانگیری کے ہوس ناتمام کی بھینٹ چڑھ گئے ہیں۔ ایک طرف مشرق اپنی زبوں حالی پر نوحہ کناں ہے تو دوسری طرف معنوی افلاس سے دوچار مغرب انسانی کرامت اور شرف و وقار کو کما حقہ مقام دلانے سے قاصر رہا ہے۔ اقبال کو بہت پہلے اس عظیم فکری اور تہذیبی تصادم کے خطرے کا ادراک تھا اسی لیے کہ ان کو مشرق و مغرب کے مروجہ روایتی علوم میں انسانیت کی بقا کی امید موہوم نظر آ رہی تھی جس کے نتیجے میں مشرق و مغرب اپنے اپنے مدار میں مخالف قطب میں جاری سفر سے ایک دوسرے سے دور ہوتے جا رہے تھے اس کرب ناک حالت کو اقبال نے یوں بیان کیا ہے:

پڑھ لیے میں نے علوم شرق و غرب　　روح میں باقی ہے اب تک درد و کرب(۶)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

عذاب دانش حاضر سے باخبر ہوں میں　　کہ میں اس آگ میں ڈالا گیا ہوں مثل خلیلؑ(۷)

عصر حاضر کا سب سے بڑا مسئلہ بلا امتیاز رنگ و نسل جس سے انسانیت دوچار ہے یہی فکری، ثقافتی، تہذیبی اور مذہبی تصادم ہے۔ بلاشبہ اقبال جیسے دانائے راز نے اس وقت اپنے فہم و فراست، تدبر و تفکر اور مطالعے و تجربے کی بنیاد پر موجودہ تصادم کا ادراک کرتے ہو یاس خونیں اور شب گزیدہ اندھیروں سے

انسانیت کو نجات کا راستہ بتایا تھا۔ علامہ اہل شرق سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

ای زخود پوشیدہ خود را باز یاب در مسلمانی حرام است این حجاب
رمز دین مصطفیٰ دانی کہ چیست فاش دیدن خویش را شاہنشہی است
چیست دین دریافتن اسرار خویش زندگی مرگ است بی دیدار خویش
بندۂ حق وارث پیغمبراں او نگنجد در جہاں دیگراں(۸)

اور اسی ضمن میں حضرت علامہ اہل مغرب سے بھی مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

از من ای باد صبا گوی بہ دانای فرنگ عقل تا باد کشود گرفتار تر است
برق را این بہ جگر می زند آن رام کند عشق از عقل فسون پیشہ جگردار تر است
چشم جز رنگ گل و لالہ نبیں ند ورنہ آنچہ در پردہ رنگ است پدیدار تر است
عجب آن نیست کہ اعجاز مسیحا داری عجب آن است کہ بیمار تو بیمار تر است
دانش اندوختہ ای دل زکف انداختہ ای آہ زان نقد گران مایہ کہ در باختہ ای(۹)

مغرب کی وہ تہذیب جو خود لب گور ہو وہ بھلا دنیاے عالم کی دیگر تہذیبوں کو کیا جلا بخش سکتا ہے:

زندہ کر سکتی ہے ایران و عرب کو کیونکر یہ فرنگی مدنیت جو کہ خود ہے لب گور(۱۰)

علامہ مغرب کی اس روش پر نہ صرب مضطرب رہے بلکہ مغرب کی اصلاح کے لیے بھی کوئی لمحہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اپنے اردو اور فارسی کلام کے ساتھ ساتھ نثری نگارشات میں بھی مغرب کے فکری قبلے کی درستی کی سعی فرمائی ہے۔ پس چہ باید کرد اے اقوام شرق کے عنوان کے منظومہ میں یوں مخاطب ہے:

آدمتو زار نالید از فرنگ زندگی ہنگامہ برچید از فرنگ
پس چہ باید کرد اے اقوام شرق باز روشن می شود ایام شرق
در ضمیراش انقلاب آمد پدید شب گذشت و آفتاب آمد پدید
یورپ از شمشیر خود بسمل فتاد زیر گردوں رسم لادینی نہاد
گرگے اندر پوستین برہ ہر زماں اندر کمین برہ
مشکلات حضرت انسان ازوست آدمیت را غم پنہاں ازوست
عقل و فکرش بی عیار خوب و زشت چشم او بے نم دل او سنگ و خشت
علم از و رسوا ست اندر شہر و دشت جبرئیل از صحبتش ابلیس گشت
شرع یورپ بے نزاع قیل و قال برہ را کرد است بر گرگاں حلال
نقش نو اندر جہان باید نہاد از دزداں کفن چہ امید کشاد

در جنیوا چیست غیر از فکر و فن　　صید تو این میش و آں نخچیر من
آن جہاں بانے کہ ہم سوداگر است　　بر زبانش خیر و اندر دل شر است
گوہرش تف دار و در لعلش رگ است　　مشک این سوداگر از ناف سگ است
ہوشمندے از خم او می نخورد　　ہر کہ خورد اندر ہمیں میخانہ مرد
وقت سودا خند خند و کم خروش　　ما چو طفلانیم و او شکر فروش
واے آں دریا کہ موجش کم تپید　　گوہر خود را ز غواصان خرید(۱۱)

بالکل اسی فکر کو فارسی کے ساتھ ساتھ اردو کلام میں بھی ادا فرماتے ہیں:

دیارِ مغرب کے رہنے والو خدا کی بستی دکاں نہیں ہے
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زرِ کم عیار ہوگا
تمھاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا(۱۲)

دیکھیے اس عظیم دانائے راز کو، کن کن تشبیہات اور استعارات کا سہارا لے کر یورپ کے اصل روپ کو دکھانے کی کامیاب کوشش کرتے ہیں اور ساتھ ہی یورپ کو اس عارضی دلدل سے نکل کر حقیقی کامرانی کے جادہ منزل تک پہنچنے کی راہ دکھاتے ہیں۔ حضرت علامہ انسانیت کی بقا اور دوام کو احترامِ آدمیت قرار دیتے ہیں اور مشرق و مغرب دونوں کو ملا کر آدمیت کے دائمی اور ابدی پیغام پر زور دیتے ہیں۔

آنکہ در عالم بگنجد عالم است　　آنچہ در عالم نہ گنجد آدم است
آشکارا مہر و ماہ از جلوتش　　نیست رہ جبرئیلؑ را در خلوتش
بہتر از گردوں مقامِ آدم است　　اصلِ تہذیب احترامِ آدم است(۱۳)

پیامِ مشرق کے دیباچے میں حضرت علامہ لکھتے ہیں:

''مشرق اور بالخصوص اسلامی مشرق نے صدیوں کی مسلسل نیند کے بعد آنکھ کھولی ہے مگر اقوامِ شرق کو یہ محسوس کر لینا چاہیے کہ زندگی اپنے حوالی میں کسی قسم کا انقلاب پیدا نہیں کر سکتی جب تک کہ پہلے اس کی اندرونی گہرائیوں میں انقلاب نہ ہو اور کوئی نئی دنیا خارجی وجود اختیار نہیں کر سکتی جب تک کہ اس کا وجود پہلے انسانوں کے ضمیر میں متشکل نہ ہو۔ فطرت کا یہ اٹل قانون جس کو قرآن نے ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم کے سادہ اور بلیغ الفاظ میں بیان کیا ہے زندگی کے فردی اور اجتماعی دونوں پہلوؤں پر حاوی ہے اور میں نے اپنی فارسی تصانیف میں اسی صداقت کو مدنظر رکھنے کی کوشش کی ہے۔

اس وقت دنیا میں اور بالخصوص ممالک مشرق میں ہر ایسی کوشش جس کا مقصد افراد و اقوام کی نگاہ کو جغرافیائی

حدود سے بالاتر کر کے ان میں ایک صحیح اور قومی انسانی سیرت کی تجدید یا تولید ہو قابل احترام ہے۔(۱۴)

انسانیت کو آج جن بنیادی چیزوں کی ضرورت ہے وہ ہے مشرق و مغرب کا باہمی اشتراک فکر و عمل جس کی بدولت ہم ذلت، رسوائی، ابتری اور افلاس کی شب تاریک سے نکل سکتے ہیں اور امن و سلامتی اور ترقی کی صبح روشن کا منزل جاوداں پا سکتے ہیں۔

مشرق سے ہو بیزار نہ مغرب سے حذر کر   فطرت کا اشارہ ہے کہ ہر شب کو سحر کر(۱۵)

روس کے زوال کے بعد بعض لوگ اس خوش فہمی میں مخمور ہیں کہ اب دنیا سے نظریاتی جنگ کا خاتمہ ہو گیا۔ اب انسانیت سکھ کا سانس لینے میں کامیاب ہو جائے گی مگر ان لوگوں کی یہ خوش فہمی دیرپا ثابت نہ ہو سکی مغرب کا استعماری نظام جس کی قیادت امریکا کر رہا ہے تمام کرہ ارض پر اپنے تسلط اور اقتدار کی منصوبہ بندی کے عملی اقدامات پر عمل پیرا ہے اور اس کی تکمیل کے لیے گلوبلائزیشن کا نعرہ بلند کیا ہے۔

گلوبلائزیشن کا مقصد ایک عالمی تہذیب کی ضرورت اور افادیت کے نام پر تمام دنیا پر مغربی تہذیب کے ان ظواہر کو مسلط کرنا ہے جو مغربی استعمار کے غلبہ کی راہ ہموار کر سکیں جبکہ اختتام تاریخ کا جو نظریہ فرانسس فوکویاما نے پیش کیا اس بات کا مدعی ہے کہ موجودہ مغربی امریکی تہذیب جس کی بنیاد سیکولرزم، لبرلزم اور جمہوریت ہے، نظریاتی اور فکری ارتقا کی وہ آخری حد ہے جسے تاریخ فکر کے سفر ارتقا کے اختتام سے تعبیر کیا جانا چاہیے۔ اس لیے انسانیت کی ترقی کا پیمانہ اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس تہذیب کو واحد عالمی تہذیب کے طور پر قبول کر لیا جائے۔

تہذیبی تصادم کا نظریہ ہنٹنگٹن نے پیش کیا وہ اس بات کے مدعی ہیں کہ مستقبل کی تاریخ تہذیبوں کے تصادم سے عبارت ہے۔ ان کے خیال میں مغرب کی مادی تہذیب انسانوں کو ترقی اور کمال کی طرف لے جا رہی ہے جبکہ اسلام کی روحانی ثقافت تاریخ کو ماضی کی طرف دھکیل رہی ہے اس لیے ان دونوں تہذیبوں کے درمیان تصادم ناگزیر ہے۔(۱۶)

دراصل گلوبلائزیشن کی سوچ ہی ایک غیر فطری امر کا مظہر ہے۔ فطرت کی رنگا رنگی اور تنوع کو جبری طور پر یک رنگی کے قالب میں ڈالنا کہاں کی دانش مندی ہے۔ فطرت کا تنوع ہی تو کائناتی حسن ہے۔ زندگی کو فطرت کے عین مطابق بنانے کے لیے فطرت کے پوشیدہ رازوں کی زبان کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

آج اگر ہم دیانتدارانہ غور کریں تو آج سے چار ہزار سال پہلے مصر، چین، ایران، بنین، النہرین اور وادی سندھ قدیم تمدنی حوالے سے دنیا کے شاہکار نہیں سمجھے جاتے تھے مگر ان معاشروں کا زوال ایسی اقوام و عناصر کے ہاتھوں عمل میں آیا جو وحشی، غیر مہذب اور خونخوار سمجھے جاتے تھے۔ بعینہ آج مشرق کا المیہ ہے مغرب جو نسبتاً اپنے آپ کو مشرق کے مقابلے میں زیادہ متمدن اور مہذب سمجھتا ہے وہی مغرب مشرق کی بربادی کے درپے ہے:

خاور ہمہ مانند غبار سر راہے است   یک نالہ خاموش و اثر باختہ آہے است

ہر ذرہ ایں خاک گرہ خوردہ نگاہے است   از ہند و سمرقند و عراق و ہمداں خیز
ازخواب گراں خواب گراں خواب گراں خیز   از خواب گراں خیز(۱۷)

یہ حقیقت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ مغرب کو اپنے بنائے گئے ہتھیاروں کی نمائش کے لیے ایک تجربہ گاہ کی ضرورت ہے۔ اور مغرب سرزمین مشرق سے ان ہتھیاروں کی نمائش کے تجربہ گاہ یا ڈسپلے سنٹر کا کام لے رہا ہے۔ بغداد میں جو اسلحے کا استعمال ہوا یا حلب، بصرہ اور کوفہ کا حشر، اسامہ بن لادن کی تلاش کی آڑ میں افغانستان کے تورہ بورہ پر جس نوعیت کی فضائی بمباری ہوئی وہ انسانی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔ ابھی حالیہ دنوں میں داعش کی سرکوبی کے نام پر افغانستان کے جلال آباد پر ایٹم بم کے بعد دنیا کا سب سے بڑا بم گرانا دنیا میں اسلحے کے خریداروں کو اپنے ہتھیاروں کی نوعیت، کمیت، اور کیفیت دکھانا مقصود تھا۔ علامہ نے اس زمانے میں مشرق پر مغرب کی یہ بربریت اپنی چشم بصیرت سے دیکھی تھی نہ صرف دیکھی تھی بلکہ مشرق کو اس وقت ہی خواب گراں سے بیدار ہونے کی صدا بلند کی تھی:

فریاد از افرنگ و دل آویزی افرنگ   فریاد ز شیرینی و پرویزی افرنگ
عالم ہمہ ویرانہ ز چنگیزی افرنگ   معمار حرم باز بہ تعمیر جہاں خیز
ازخواب گراں خواب گراں خواب گراں خیز   از خواب گراں خیز(۱۸)

اب ستم بالائے ستم یہ کہ یہی مغربی طاقتیں نام نہاد انسانی حقوق کا ڈھنڈورہ بھی پیٹتے جا رہی ہیں اور صورت حال یہ ہے کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد جس میں تقریباً ایک کروڑ افراد مارے گئے تھے انسانی حقوق کی سب سے زیادہ پامالی حالیہ غیر اعلان شدہ جنگ میں ہوئی ہے۔ عالمی سطح پر معاشی دنیا میں زرسیاہ کی سب سے زیادہ ترسیل (منی لانڈرنگ) کی مرتکب بھی یہی قوتیں ہیں۔ یہی مغربی طاقتیں ماحولیاتی آلودگی کا راگ بھی الاپتی ہیں جبکہ درحقیقت ان اسلحوں کے استعمال سے جو تابکاری پھیل رہی ہے اور اوزون کو جو نقصان پہنچ رہا ہے اس بربادی کی حقیقی ذمہ دار بھی یہی قوتیں ہیں۔ اہلیانِ مشرق کو مارتے بھی جا رہے ہیں اور ظاہری طور پر انسانی حقوق کا نام لیتے ہوئے مسیحا بن کر مرہم پٹی کر کے انسانیت کے بیدار ضمیر کی آنکھوں میں دھول بھی پھینک رہے ہیں:

دانی از افرنگ و از کار فرنگ   تا کجا در قید زنار فرنگ
زخم ازو نشتر ازو سوزن ازو   ما و جوے خون و امید رفو
خود بدانی باشاہی قاہری است   قاہری در عصر ما سوداگری است(۱۹)
کیا سناتا ہے مجھے ترک و عرب کی داستاں   مجھ سے کچھ پنہاں نہیں اسلامیوں کا سوز و ساز
لے گئے تثلیث کے فرزند میراث خلیلؑ   خشت بنیاد کلیسا بن گئی خاک حجاز

ہو گئی رسوا زمانے میں کلاہ لالہ رنگ　　　جو سراپا ناز تھے ہیں آج مجبور نیاز
لے رہا ہے مے فروشان فرنگستاں سے پارس　　　وہ مئے سرکش حرارت جس کی ہے مینا گداز
حکمت مغرب سے ملت کی یہ کیفیت ہوئی　　　ٹکڑے ٹکڑے جس طرح سونے کو کر دیتا ہے گاز
ہو گیا مانند آب ارزاں مسلماں کا لہو　　　مضطرب ہے تو کہ تیرا دل نہیں دانائے راز(۲۰)

حضرت علامہ مشرق کے المیے کا حل بتاتے ہیں:

ملک ہاتھوں سے گیا ملت کی آنکھیں کھل گئیں　　　حق ترا چشمے عطا کردست غافل درنگر
مومیائی کی گدائی سے تو بہتر ہے شکست　　　مور بے پر حاجتے پیش سلیمانے مبر
ربط و ضبط ملت بیضا ہے مشرق کی نجات　　　ایشیا والے ہیں اس نکتے سے اب تک بے خبر
پھر سیاست چھوڑ کر داخل حصار دیں میں ہو　　　ملک و دولت ہے فقط حفظ حرم کا اک ثمر
ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے　　　نیل کے ساحل سے لیکر تا بخاک کاشغر
جو کرے گا امتیاز رنگ و خوں مٹ جائے گا　　　ترک خرگاہی ہو یا اعرابی والا گہر
نسل اگر مسلم کی مذہب پر مقدم ہو گئی　　　اڑ گیا دنیا سے تو مانند خاک رہ گذر
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار　　　لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر(۲۱)

علامہ المیہ مشرق کا اہم سبب مشرق میں علوم وفنون کا فقدان اور مغرب کی بے جا تقلید اور مغرب کی علوم وفنون میں برتری قرار دیتے ہیں:

شرق را از خود برد تقلید غرب　　　باید ایں اقوام را تنقید غرب
قوت مغرب نہ از چنگ و رباب　　　نے ز رقص دخترانِ بے حجاب
نے ز سحر ساحران لالہ روست　　　نے ز عریاں ساق و نے از قطع موست
محکمی او را نہ از لادینی است　　　نے فروغش از خط لاطینی است
قوت افرنگ از علم و فن است　　　از ہمیں آتش چراغش روشن است
حکمت او از قطع و برید جامہ نیست　　　مانع علم و ہنر عمامہ نیست
علم و فن را اے جوان شوخ و شنگ　　　مغز می باید نہ ملبوس فرنگ
اندریں رہ جز نگہ مطلوب نیست　　　این کلہ یا آن کلہ مطلوب نیست
فکر چالاکے اگر داری بس است　　　طبع دراکے اگر داری بس است(۲۲)

اگر چہ اقوام متحدہ کی عمارت میں سرزمین مشرق کی ایک عظیم ہستی مصلح الدین سعدی شیرازی کے ہی ابیات کندہ ہیں:

بنی آدم اعضاے یک دیگر اند　　　کہ در آفرینش ز یک گوہر اند

چو عضو بدرد آورد روزگار — دیگر عضوھا را نماند قرار
تو کہ ز محبت دیگراں بیغمی — نشاہد کہ نامت نہد آدمی

مگر انہی ابیات کے تقدس کا خیال خود استبدادی قوتوں کے محافظ اس ادارے نے کتنا رکھا ہے۔ ملزم بھی مشرق، خوار و ابتر بھی مشرق، دوسری طرف یہ بالا دست اقوام فریق بھی ہیں اور فیصلہ ساز بھی، نام تو ملل متحدہ ہے مگر مفادات عزیز ہیں مغرب کے۔ کشمیر کے نہتے باسیوں کے حق میں قرار دادوں پر عمل درآمد کا نتیجہ کئی دہائیوں سے صفر، دوسری جانب بغداد، کوفہ و بصرہ، کابل و کندہار میں اپنے پیدا کردہ حالات کے خلاف ایک دن قرارداد منظور دوسرے دن عمل درآمد کے لیے حملہ۔ ان اداروں کی حقیقت اور ماہیت بھی ذرا علامہ سے سنیں:

آ بتاؤں تُجھ کو رمز آیہ 'اِنَّ الْمُلُوْکَ' — سلطنت اقوامِ غالب کی ہے اک جادُوگری
خواب سے بیدار ہوتا ہے ذرا محکوم اگر — پھر سُلا دیتی ہے اُس کو حُکمراں کی ساحری
جادوئے محمود کی تاثیر سے چشمِ ایاز — دیکھتی ہے حلقۂ گردن میں سازِ دلبری
خُونِ اسرائیل آجاتا ہے آخر جوش میں — توڑ دیتا ہے کوئی مُوسیٰ طلسمِ سامری
سرَوری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے — حکمراں ہے اک وہی، باقی بُتانِ آزری
از غلامی فطرتِ آزاد را رُسوا مکُن — تا تراشی خواجۂ از برہمن کافر تری
ہے وہی سازِ کُہن مغرب کا جمہوری نظام — جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری
دیو استبداد جمہوری قبا میں پاے کوب — تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری
مجلسِ آئین و اصلاح و رعایات و حقوق — طِبِّ مغرب میں مزے میٹھے، اثر خواب آوری
گرمیِ گفتارِ اعضائے مجالس، الاماں! — یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگِ زرگری
اس سرابِ رنگ و بو کو گُلستاں سمجھا ہے تو — آہ اے ناداں! قفس کو آشیاں سمجھا ہے تو(۲۳)

مشرق و مغرب کے المیے کے دیگر اسباب کے علاوہ ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ آج دنیا کے اسی فیصد وسائل پر بیس فیصد لوگوں کا قبضہ ہے جس کے نتیجے میں دنیا کی نصف آبادی غربت، افلاس اور بیچارگی سے دوچار ہے۔ عالمی سطح پر تجارتی لین دین میں توازن برقرار نہیں رہا اور مزید المیہ یہ ہے کہ آج عالمی تجارت چند طاقتوں کے مفاد کے تابع ہے اور عالمی عدالت انصاف کی نگاہیں ان طاقتوں کے مزید استحکام اور برتری تک محدود ہو کر رہ گئی ہیں۔ نوع بشر بالعموم اور اہل مشرق بالخصوص انرجی کی روز افزوں ضروریات سے دوچار ہیں۔ آبادی میں کئی گنا اضافے کے باعث صحت تعلیم اور خوراک کے مسائل سے دوچار ہیں بلکہ اب تو پانی کی شدید قلت کا بحران زیست کو مزید مشکل بنا تا جا رہا ہے۔ کاش یہ قوتیں جن کو جہانگیری کی ہوس نے مفلوج و مغلوب بنا رکھا ہے۔ پروردگار کائنات کی حسن و زیبائش اور تزئین و آرائش کا کام ان سے

لے لیں۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ ان قوتوں کا یہ جنگی بجٹ گلوبل وارمنگ کی روک تھام، انسانیت کی تعلیم، صحت اور دیگر بنیادی ضروری مسائل کے حل پر صرف ہوتا۔

حوالہ جات وحواشی

١- محمد اقبال، علامہ، مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوام شرق مع مسافر، مشمولہ کلیاتِ اقبال فارسی، شیخ غلام علی اینڈ سنز اشاعت ششم فروری ۱۹۹۰، ص۴۶
۲- پیامِ مشرق، مشمولہ کلیاتِ اقبال فارسی، شیخ غلام علی اینڈ سنز اشاعت ششم فروری ۱۹۹۰، ص۱۹۰
۳- ویل ڈیوران، تاریخ تمدن ج ا، مشرق زمین گاہوارہ تمدن، ہمراہ ترجمہ: احمد آرام امیر حسین آریان پور پاشابی انتشارات آموزش انقلاب اسلامی، ج دوم ۱۳۶۷ھ ش تہران ۱۲۵
۴- محمد اقبال، علامہ، مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوام شرق مع مسافر، ۸۴
۵- محمد اقبال، علامہ، ارمغان حجاز ۱۴۷
۶- محمد اقبال، علامہ، بال جبریل مشمولہ کلیاتِ اقبال اردو، اقبال اکادمی پاکستان لاہور اشاعت سوم ۲۰۰۰، ص ۴۶۳
۷- محمد اقبال، علامہ، بال جبریل، ص۳۹۱
۸- محمد اقبال، علامہ، مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوام شرق مع مسافر، ص۵۸
۹- محمد اقبال، علامہ، پیامِ مشرق، ص ۱۸۷، ۱۸۸
١٠- محمد اقبال، علامہ، ضربِ کلیم، ص۵۸۴
١١- محمد اقبال، علامہ، مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوام شرق مع مسافر، ص۴۳، ۴۷
١٢- محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال، ص ۱۶۷
١٣- محمد اقبال، علامہ، جاوید نامہ، ص۴۹
١۴- محمد اقبال، علامہ، پیامِ مشرق، ص۱۲، ۱۳
١۵- محمد اقبال، علامہ، ضربِ کلیم، ص۶۲۱
١۶- پروفیسر سردار نقوی، رسالہ پیغام آشنا مقالہ ''تہذیبوں کے درمیان تصادم یا تفاہم''، شمارہ ۵، ۶ ربیوالاول ۱۴۲۲ھ ق خرداد ۱۳۸۰ش، جون ۲۰۰۱، ص ۱۹-۲۰
١۷- محمد اقبال، علامہ، زبور عجم، ص۸۱، ۸۲
١۸- ایضاً، ص۸۳
١۹- محمد اقبال، علامہ، مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوام شرق مع مسافر، ص۴۶
۲٠- محمد اقبال، علامہ، بانگ درا، ص۲۷۷، ۲۷۸
۲١- ایضاً، ۲۷۹
۲۲- محمد اقبال، علامہ، جاوید نامہ، ص ۱۷۸
۲۳- محمد اقبال، علامہ، بانگ درا، ص۲۷۳، ۲۷۵